کوئز 6

اللہ اکبر ۳۴
الحمد للہ ۳۳
سبحان اللہ ۳۳

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا تاریخی خطبہ

المہدی ادارہ تربیت اسلامی
آئی ایس او پاکستان

امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان ، طالبات

بسم الله الرحمن الرحيم

دعائے امام زمانہؑ

اَللّٰھُمَّ کُنْ لِوَلِیِّکَ الْحُجَّةِ بْنِ الْحَسَنِ

صَلَوَاتُکَ عَلَیْهِ وَعَلٰی آبَائِهٖ فِیْ هٰذِهِ السَّاعَةِ

وَفِیْ کُلِّ سَاعَةٍ وَلِیًّا وَحَافِظًا وَقَائِدًا وَنَاصِرًا

وَدَلِیْلًا وَعَیْنًا حَتّٰی تُسْکِنَهٗ اَرْضَکَ طَوْعًا وَ

تُمَتِّعَهٗ فِیْهَا طَوِیْلًا

حضرت فاطمہ زہرا (سلام اللہ علیہا) کا تاریخی خطبہ

خطبہ کے سات (۷) محور

یہ بے مثال اور بے نظیر خطبہ سات ابواب پر مشتمل ہے۔ ہر ایک میں خاص مقصد بیان کیا گیا ہے اور ہر ایک پر توجہ دینا ضروری ہے۔

پہلا باب: اس بات میں توحید، خدا کی صفات، اسماء الٰہی اور غرض خلقت سے بحث کی گئی ہے۔

دوسرا باب: اس باب میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتوں کا ذکر ہے۔ ان کی عظیم ترین ذمہ داریوں اور ان کے اعلیٰ مقاصد کا بیان ہے۔

تیسرا باب: اس بات میں قرآن مجید کی اہمیت، اسلامی تعلیمات کی گہرائی، احکام کے اسرار و رموز اور نصیحتوں کا تذکرہ ہے۔

چوتھا باب: اس باب میں اپنے تعارف کے ساتھ ساتھ اس اُمت کیلئے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتوں کا بیان ہے اور اس باب میں جناب فاطمہ زہراؑ نے ان کو ان کے ماضی اور جاہلیت کی طرف متوجہ کیا ہے اور ان کی موجودہ حالات کا موازنہ کیا ہے شاید کہ عبرت حاصل کریں اور ہدایت پا جائیں۔

پانچواں باب: پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے بعد رونما ہونے والے واقعات، منافقین کی پر اسرار اور خطرناک سازشوں کا تذکرہ ہے جس کا مقصد اسلام کو نابود کرنا ہے۔

چھٹا باب: "فدک" کے غصب کرنے کا تذکرہ اور بہانوں کا جواب دیا گیا ہے جو فدک کو غصب کرنے کیلئے تراشے گئے ہیں۔

ساتواں باب: آخری باب میں پیغمبر اکرمؐ کے اصحاب و انصار پر "اتمام حجت" کرتے ہوئے ان سے تعاون کا مطالبہ کیا گیا ہے اور آخر میں خدا کے دردناک عذاب کی طرف متوجہ کرتے ہوئے بات تمام کردی گئی ہے۔

مقدمہ

رسول خداؐ کے انتقال کے بعد اسلامی دنیا میں عجیب طوفان برپا ہو گیا اور اس طوفان کا سرچشمہ مرکز "خلافت" تھا۔ پھر جو چیز بھی اس سے مرتبط تھی اس تک پہنچ رہا تھا وہ فدک جو پیغمبر اکرمؐ نے اپنی زندگی میں جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو بعض اہم مصلحتوں کی بنا پر دیا تھا، حکومت نے اس کو بھی چھین لیا۔

جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا دیکھ رہی تھیں کہ اس واضح ظلم کے ساتھ ساتھ اسلامی احکام بھی پامال کئے جا رہے ہیں۔ اسلامی معاشرہ، اسلامی تعلیمات اور سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے منحرف کر کے جاہلیت کے زمانے کی طرف لے جایا جا رہا ہے اور یہ اس بات کا پیش خیمہ ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو خانہ نشین کر دیا جائے اور حضرت علی علیہ السلام کے دوستوں کو اقتصادی مشکلات میں گرفتار کر دیا جائے۔ اس لئے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا غاصبانِ فدک کے مقابلے میں آئیں اور نہایت شدت سے اس غصب شدہ حق کی واپسی کا مطالبہ کیا لیکن حکومت وقت نے اس جعلی حدیث "نحن معاشر الانبیآء لا نورّث" (ہم انبیاء کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے ہیں) کا سہارا لے کر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو حق دینے سے انکار کر دیا۔

تمام عورتوں کی سردار اسلام کی محترم خاتون بنی ہاشم کی عورتوں کے ہمراہ مسجد میں تشریف لائیں تا کہ عام مسلمانوں، مہاجروں اور انصار کے سامنے اپنی بات کہہ سکیں اور اتمام حجت کر سکیں اور اس حق کو غصب کرنے اور حکومت کی ظالمانہ روش کو بیان کر کے حق واضح کر دیں اور اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتا دیں کہ اسلام کے سچے وفادار کون افراد ہیں اور اسلام کے دشمن کون لوگ ہیں۔ اس سلسلے میں حکومت نے جو "فِضا" تیار کی تھی اس کو نظر انداز کرتے ہوئے اور اس کے نتائج کی پرواہ نہ کرتے ہوئے انہوں نے اپنا کام جاری رکھا اور "غصب فدک" کو موضوع بنا کر مسجد نبوی میں انصار و مہاجرین کی موجودگی میں بے مثال اور تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا اور بہت سے حقائق کو روشن کر دیا۔

یہ خطبہ ایک زبردست وار تھا ان لوگوں پر جو رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خلافت کو غصب کرنا چاہتے تھے۔ اسلامی حکومت کو اس کے اصلی خطوط سے منحرف کرنا چاہتے تھے اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم کی ۲۳ سالہ محنتوں کو برباد کرنا چاہتے تھے۔ ان لوگوں کیلئے بیداری کا پیغام تھا جن کے دل میں اسلام کی محبت تھی اور اسلام کے مستقبل کے بارے میں فکر مند تھے۔ ان لوگوں کیلئے خطرہ کی گھنٹی تھا جو اس بات سے غافل تھے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد منافقین کا گروہ کس طرح سرگرم عمل ہے اور جو اُن کی پراسرار حرکتوں سے غفلت برت رہے تھے۔

ایک دردناک فریاد تھی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی جانشین حضرت علی علیہ السلام کی حمایت میں اور ان لوگوں کے خلاف جنہوں نے قرآن کریم کی واضح آیات اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشن احادیث کو پسِ پشت ڈال دیا تھا۔

حق طلبی کی مظلوم کوشش تھی ان لوگوں کو بیدار کرنے کیلئے جن کا حق غصب ہورہا تھا، جو مصلحت آمیز سکوت کو حق کے مطالبہ پر ترجیح دے رہے تھے۔ ایک زبردست آواز تھی جو ہر جگہ پہنچی اور جس کا اثر سارے زمانے میں پھیل گیا۔ ایک طوفان تھا جس کی پتھر شکن موجوں نے سونے والوں کو ـــــ اگرچہ مختصر وقت ہی کیلئے سہی بیدار کیا اور انہیں حق کا راستہ دکھایا۔

آخر کار ـــــ پیغامِ نبوت تھا ـــــ بجلی تھی جو اسلام کے دشمنوں کے سروں پر گری اور انہیں ہمیشہ کیلئے خاکستر کر دیا۔

اس خطبہ میں جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے جو تجزیہ اور تحلیل پیش کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی معارف کے پیچیدہ ترین مسائل میں آپ کو کتنا عبور حاصل تھا۔

اسلام کے اعتقادی، سیاسی اور اجتماعی مسائل کی جو تفسیر حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے پیش کی ہے وہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کسی خاص زمانے سے تعلق نہیں رکھتی ہیں۔ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی زبان مبارک سے نکلا ہوا یہ انقلاب آفریں خطبہ اس بات کا ترجمان ہے کہ آپ ایک وفادار، مجاہد، جاں نثار، خدا کی راہ میں جہاد کرنے والوں کی رہنما ہیں۔

اس خطبہ کا لب ولہجہ ایسا ہے جو دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے اور اس بات کی عکاسی کررہا ہے کہ آپ اپنے شوہر حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی طرح زبردست خطیب تھیں۔ آپ کے اس خطبہ میں نہج البلاغہ کے خطبوں کی شان نظر آتی ہے۔ وہی اسلوب بیان وہی طرز استدلال اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی بیٹی جناب زینب سلام اللہ علیہا کو خطابت اپنے والدین سے میراث میں ملی تھی جن ک

شعلہ بار خطبوں سے کوفہ کا بازار اور یزید کا دربار لرز گیا۔ غاصب حکومت کے محل کی بنیادیں متزلزل ہوگئیں۔ اسلام کو ختم کرنے کے سلسلے میں بنی امیہ کا پورا منصوبہ خاکستر ہوگیا۔ آپ کے خطبوں نے لوگوں کے دلوں میں حکومت کے خلاف انقلاب کا بیج بو دیا۔

اس خطبہ میں جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے جو اسلامی حکام کا فلسفہ ان کے اسرار و رموز اسلام کی سیاسی تاریخ کا تجزیہ اور تحلیل۔ اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد عربوں کی زندگی کا موازنہ کے سلسلے میں جو موشگافیاں فرمائی ہیں وہ راہِ حق پر چلنے والوں کیلئے بہترین درس ہیں اور جہاد کی راہ میں مشعل راہ ہیں۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس خطبہ کے ذریعے جناب فاطمہ زہراؑ نے خاندانِ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اہمیت و عظمت کو واضح کر دیا ہے اور بتا دیا کہ ان ظالموں کے طرز عمل سے اسلام بیزار ہے اور ان کا کوئی تعلق اسلام سے نہیں ہے۔ اگر خطبہ کا صرف یہی ایک فائدہ نظر میں رکھا جائے تب بھی بہت ہے۔

پہلا باب:

توحید، خداوند تعالیٰ کی صفات اور غرضِ خلقت

خدا کی عطا کردہ نعمتوں پر حمد کرتی ہوں، جو توفیقات عنایت کی ہیں اس پر شکرگذار ہوں اور جو آسانیاں فراہم کی اس پر حمد وثنا کرتی ہوں۔ اس کی ان عام نعمتوں پر جو ابتداء میں ہمیں عطا کیں اور وہ بے حساب آسائشیں جو ہمارے لئے مہیا کیں اور وہ پے در پے نعمتیں جو ہمیشہ ہمارے شامل حال ہیں۔ وہ نعمتیں جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔ وہ اتنی زیادہ وسیع ہیں کہ ان کا بدلہ نہیں دیا جاسکتا۔ اس کی انتہا انسان کے ادراک سے خارج ہے۔ ان نعمتوں کے استمرار اور مزید وسعت کیلئے اپنے بندوں کو شکر کی دعوت دی ہے اور ان کی تکمیل کیلئے تمام مخلوقات سے اپنی حمد کا مطالبہ کیا ہے اور ان کو حاصل کرنے کیلئے ان کی تشویق کی ہے۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ خدائے واحد کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے۔ بے مثل و بے نظیر ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ یہ وہ قول ہے جس کی روح اخلاص ہے، عاشقوں کے دل اس سے وابستہ ہیں اور اس کے اثرات سے افکار روشن ہیں۔ وہ خدا جس کو آنکھوں سے دیکھنا ناممکن ہے، زبان اس کی صفات کے بیان سے عاجز ہے، عقل وفکر کیلئے اس کی ذات کا سمجھنا محال ہے۔ اس نے دنیا کی چیزوں کو ایجاد کیا بغیر اس کے کہ اس سے پہلے کسی چیز کا وجود ہو۔ ان سب کو پیدا کیا، بغیر اس کے کہ اس سے پہلے کوئی نمونہ موجود ہو۔ ان کو اپنی قدرت سے بنایا، اپنے ارادے سے خلق کیا، بغیر اس کے کہ اُس کو ان کی خلقت کی ضرورت ہو۔ یا ان کی تخلیق سے اس کی ذات کو کوئی فائدہ پہنچتا ہو۔ وہ صرف یہ چاہتا تھا کہ اس طرح اپنی حکمتِ عملی کو واضح کرے۔ لوگوں کو اپنی اطاعت کی دعوت دے اور اس طرح اپنی بے پناہ قدرت کو ظاہر کرے۔ اپنی عبادت کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرے۔ پیغمبروں علیہم السلام کی دعوت کو اس طرح تکوین وتشریح سے ہماہنگ کر کے عزت دے۔ پھر اس نے اپنی اطاعت کیلئے جزاء معین کی اور اپنی معصیت کیلئے سزا تاکہ اس

طرح اپنے بندوں کو اپنے عذاب وغضب سے آزادی اور بہشت کے باغات و نعمتوں کے مراکز کی طرف بلائے۔

مختصر تشریح:

خطبہ کے اس ابتدائی باب میں ایسے مسائل نظر آتے ہیں جو قابل توجہ ہیں۔

۱) یہ ایک حقیقت ہے کہ خداوند عالم کی نعمتیں ہمارے پورے وجود پر چھائی ہوئی ہیں۔ ہم سر سے پیر تک ان نعمتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ یہ احساس شکر گزاری کے جذبہ کو بیدار کرتا ہے اور ہمیں اس کی ذات پاک کی معرفت کی دعوت دیتا ہے۔ یہ وہی بات ہے جس کو علم کلام (عقائد) کے علماء نے ''وجوب شکر منعم'' (نعمتیں عطا کرنے والے کا شکر ادا کرنا) کے عنوان سے پیش کیا ہے اور اسی بنیاد پر خدا شناسی کے باب میں خدا کی معرفت کو واجب قرار دیا ہے۔

۲) اگر خداوند عالم نے بندوں کو اپنی نعمتوں کی شکر گزاری کی دعوت دی ہے تو یہ اس وجہ سے نہیں کہ وہ اس شکریہ کا محتاج ہے بلکہ اس لئے ہے کہ بندے اس کی نعمتوں کا شکر ادا کر کے مزید نعمتیں حاصل کر سکیں اور انہیں نعمتوں پر نعمتیں ملتی رہیں۔

۳) بندے اس کے شکر کا حق ادا کرنے سے قاصر ہیں کیونکہ شکر گزاری کی توفیق خود ایک نعمت ہے اور شکر ادا کرنے کے ذرائع، فکر، ہاتھ، کان سب اسی کی نعمتیں ہیں۔ اس بناء پر عاجزی کے اعتراف کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ بندہ وہی ہے جو اپنی کا تاہیوں کے سلسلے میں خدا کی بارگاہ میں معافی طلب کرے ورنہ اس کی شایانِ شان بھی بجا نہیں لاسکتا۔

۴) توحید کی روح ''خلوص'' ہے۔ اپنی روح کو غیر خدا سے پاک صاف رکھنا، دل کی گہرائیوں میں اس کی محبت، اس کے احکام کے سامنے سراپا تسلیم اور ہر وہ چیز جو اس کی مخالفت کا سبب ہو اس کو بھول جانا، اس کے علاوہ کسی اور کا تصور بھی نہ کرنا۔

۵) توحید ابتداء ہی سے لوگوں کی فطرت میں ودیعت کر دی گئی ہے اور اللہ کا یہ نور وجود کی گہرائیوں میں نورانیت دے رہا ہے۔ ہر شخص اپنے اندر ''اللہ اکبر'' کی آواز سنتا ہے۔ اسی بنا پر جب سخت طوفان آتے ہیں، زندگی کا شیرازہ منتشر ہونے لگتا ہے۔ غفلت کا پردہ اُٹھ جاتا ہے، بے خبر انسان ہوش میں آنے لگتا ہے اور بے اختیار خدا کی جانب بڑھنے لگتا ہے اور ''لا الہ الا اللہ'' کہنے لگتا ہے۔

۶) اس کی ذات کی حقیقت فکر کی جولانیوں سے حاصل نہیں ہوسکتی ہے کیونکہ:

''**کلما میزتموہ باوھامکم فی ادق معانیہ مخلوق مصنوع مثلکم مردود الیکم**'' سوتم جتنا اپنے افکار وخیالات سے دقیق ترین مفاہیم کے ذریعہ اس کو واضح کروگے وہ تمہاری ہی طرح سے ساختہ و پرداختہ ہوگا، وہ تمہاری طرف واپس کردیا جائے گا۔

اور نہ کوئی اس کی صفات کی حقیقت تک پہنچ سکتا ہے۔ اس بنا پر ہم سب یہ اعتراف کرتے ہیں کہ:

''**ماعرفناک حق معرفتک**''

ہم تجھ کو اس طرح نہ پہچان سکے جو معرفت کا حق ہے۔

''**وماعبدناک حق عبادتک**''

اور اس طرح تیری عبادت نہ کرسکے جو تیری عبادت کا حق ہے۔

۷) تخلیق کائنات کے سلسلے میں ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ ابتداء میں کسی ''مادہ'' کا وجود نہیں تھا تاکہ خدا اس ساختہ شدہ مادہ سے چیزوں کو پیدا کرتا بلکہ یہ تخلیق بالکل عدم سے وجود میں آئی ہے اور اس طرح کی تخلیق خداوند عالم کی ذات سے مخصوص ہے جب کہ بعض لوگوں کے نزدیک اس کا تصور بھی مشکل ہے۔

۸) تخلیق کے سلسلے میں دوسرا اہم مسئلہ یہ ہے کہ تصویر بنانے والے، نقش ونگار بنانے والے، اپنی تصویروں اور نقش میں فطری اور طبیعی امور سے فکر حاصل کرتے ہیں اور کبھی مختلف شکلوں کو آپس میں ملا کر ایک نئی شکل ایجاد کرتے ہیں لیکن خدا ایسا مصور ہے جس نے تصویریں کسی چیز کو دیکھ کر نہیں بنائی ہیں، یعنی کسی اور دنیا کو دیکھ یہ دنیا نہیں بنائی ہے۔

۹) خطبہ کے اس باب میں خاتون کائنات نے جو اہم ترین بات بیان فرمائی ہے کہ خدا ہر چیز سے بے نیاز ہے۔ واضح ہے کہ ''احتیاج'' اور ''ضرورت'' نہ ہونے یا ''کم ہونے'' کی دلیل ہے اور یہ بات صرف ''ممکنات'' میں ممکن ہے۔ لیکن اس ذات میں اس کا کوئی تصور ہی نہیں ہے جو ہر اعتبار سے لامحدود اور لامتناہی ہے۔

۱۰) اور آخر میں ایک اور اہم ترین مسئلہ بیان فرمایا ہے۔ وہ ہے ''مقصد تخلیق'' خاتون کائنات نے مختصر سی عبارت میں چند جملوں میں معانی ومفاہیم کے دریا سمو دیئے ہیں۔

الف) اپنی بے پناہ قدرت کو ظاہر کرنے کیلئے۔

ب) بندوں کو اپنی اطاعت کی طرف بلانے کیلئے۔

ج) اپنی لامحدود قدرت کو ظاہر کرنے کیلئے۔

د) بندوں کو اپنی عبادت کی دعوت دینے کیلئے۔

ھ) پیغمبروں کو تقویت پہنچانے کیلئے۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے تخلیق کائنات کے سلسلے میں یہ مختلف مقاصد بیان فرمائے ہیں۔ یہ بات لائق توجہ ہے کہ ان میں سے ایک دوسرے سے مربوط و منسلک ہیں۔ جب لوگ اس کائنات کی وسعتوں میں خداوند عالم کی بے پناہ نعمتیں دیکھیں گے اس کی اطاعت کی طرف جذب ہوتے چلے جائیں گے اور اس کی عبادت کرکے ارتقائی منازل طے کریں گے۔ اس کے علاوہ جب خود انبیاء علیہم السلام بھی اپنی باتوں میں نظامِ کائنات اور اس میں بکھری ہوئی نعمتوں کا تذکرہ کریں گے تو ان کی باتوں کا زیادہ اثر ہوگا۔ انسان اس بات کو جلدی قبول کرے گا، پھر ان کیلئے ہدایت کا مسئلہ کسی قدر آسان ہو جائے گا۔

اس بنا پر، خداوند عالم نے دنیا کو اس لئے نہیں پیدا کیا ہے تا کہ اس سے کوئی ”فائدہ“ حاصل کرے بلکہ مقصد یہ تھا کہ اس طرح اپنے بندوں پر مزید فضل و کرم کرے اور اس کا ارادہ یہ ہے کہ ان کو ہدایت کے راستے پر گامزن کرے۔ اپنی رحمت اور قربت کی طرف بلائے، وہ اس راستے پر آگے بڑھتے چلے جائیں۔ اپنی لیاقت اور عمل کے مطابق اس کے بے پناہ لطف و کرم سے بہرہ مند ہوں۔

دوسرا باب:

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت اور خصوصیات

میں گواہی دیتی ہوں کہ میرے والد محمدؐ خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ ان کو بھیجنے سے پہلے ان کو منتخب کیا، ان کو خلق کرنے سے پہلے یہ منصب عطا کیا اور بعثت سے پہلے ان کا انتخاب کیا۔ جب لوگ علم غیب میں مخفی تھے اور عدم کے ہولناک پردوں میں تھے اور عدم کی آخری سرحدوں سے متصل تھے۔ یہ اس وجہ سے ہوا کہ خدا آئندہ سے واقف تھا اور دنیا کے واقعات پر مسلط وہ چیزوں کے مقدرات سے باقاعدہ واقف تھا۔ ان کو مبعوث کیا تاکہ اس کے احکام کی تکمیل کریں، اس کے قوانین کو نافذ کریں اور حتمی ارادوں کو عملی کریں۔ جب وہ مبعوث ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ لوگوں نے مختلف مذاہب اختیار کر رکھے ہیں، کچھ لوگ آگ کا طواف کر رہے ہیں، کچھ لوگ بتوں کے سامنے سر جھکا رہے ہیں۔

انہوں نے دل سے خدا کو پہچان لیا ہے مگر پھر بھی اس کا انکار کرتے ہیں۔ خداوند عالم نے حضرت محمد مصطفیٰؐ کے نور کے ذریعہ تاریکیوں کو ختم کیا، دلوں سے ظلمت کے پردے کو ہٹایا، آنکھوں کے سامنے سے گہرے بادلوں کو الگ کیا۔ انہوں نے لوگوں کی ہدایت کیلئے قیام کیا، ان کو گمراہی اور ضلالت سے نجات دلائی، ان کی آنکھوں کو روشن کیا، اسلام کے محکم قوانین کی طرف ان کی ہدایت کی اور ان کو راہِ راست کی طرف بلایا۔ اس کے بعد خداوند عالم نے نہایت محبت اور اختیار کے ساتھ خوشی اور ایثار کے ساتھ ان کی روح قبض کی اور ان کو اس دنیا کے رنج و غم سے آسودہ کیا۔ اب اس وقت وہ فرشتوں کے درمیان، خداوند غفار کی خوشنودی اور خداوند جبار کے جوارِ قرب میں ہیں۔

میرے والد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وحی کے امین، تمام مخلوقات میں اس کے برگزیدہ۔ ان پر خدا کا سلام ہو، اس کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

مختصر تشریح:

اس باب میں بھی خاتون کائنات نے نہایت پُر معانی اشارے کئے ہیں اور پیغمبر اکرمؐ سے متعلق اہم مباحث کا تذکرہ کیا ہے جیسے:

ابتداء میں پیغمبر اکرمؐ کے ''گوہر ممتاز'' کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی طرف اسلامی روایات میں بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ یہاں ایک اہم بات یہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کا وجود مبارک دوسروں سے بالکل مختلف ہے؟ اور اگر ایسا ہے تو معصوم ہونا اس پاکیزہ گوہر کا لازمہ ہے اور اس بنا پر یہ کوئی افتخار نہیں ہے۔ اور اگر آنحضرتؐ کا ''گوہر پاک'' مختلف نہیں ہے تو خاتونِ کائنات کے کلام میں یہ تعبیریں کس طرف اشارہ کر رہی ہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ علیہم السلام کی عظمتیں اور ان کی بلندیاں بعض ذاتی ہیں اور بعض حاصل کردہ ہیں۔ اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے بہت سے سوالوں کا جواب دیا جا سکتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں خداوند عالم نے اپنے عزیز پیغمبر کو جو عظیم ترین ذمہ داری سونپی ہے۔ اس نے ان کو ذاتی صلاحیتیں بھی دی ہیں۔ ان کو پاکیزہ گوہر، سرشار صلاحیت، آہنی ارادہ اور عزم محکم بھی دیا ہے ورنہ یہ رسالت کی ذمہ داریاں ضعیف انسان کے بس میں نہیں ہیں۔

یہ بات بالکل عدل کے خلاف نہیں ہے، جس طرح بازوؤں کی مضبوط طاقت پلکوں کی نزاکت سے مختلف ہے۔ اس لئے کہ ایک کا کام صرف ہلکی ہلکی پلکوں کو ہلانا ہے جب کہ دوسرے کو بھاری بھاری وزن اُٹھانا ہے البتہ اگر ایسا نہ ہوتا تو عدالت کے خلاف تھا لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کے گوہر ذات کا پاک و پاکیزہ ہونا ان سے ان کے ارادہ اور اختیار کو بھی سلب کر لے۔ ان تمام چیزوں کے باوجود وہ ہر کام کر سکتے ہیں، وہ آزاد ہیں، وہ گناہ کر سکتے ہیں لیکن ہرگز کرتے نہیں، اس کے نزدیک بھی نہیں جاتے، اس کا خیال بھی نہیں کرتے۔

آپ بالکل تعجب نہ کریں، بہت سے لوگ بعض گناہوں کی نسبت یہی حالت رکھتے ہیں۔ مثلاً ہر شخص مادر زاد برہنہ ہو کر سڑک پر آ سکتا ہے، یا انتہائی سردرات میں برہنہ ہو کر برف پر سو سکتا ہے، وہ اس

پر قدرت رکھتا ہے لیکن اس کے باوجود بھی پاگلوں کے علاوہ کوئی اور یہ کام نہیں کرتا ہے۔ انبیاء اور آئمہ علیہم السلام تمام گناہوں کی نسبت یہی حالت رکھتے ہیں۔ وہ گناہوں پر قادر تو ہیں لیکن کرتے نہیں۔

یہ بات بھی قابل توجہ ہے معصومین علیہم السلام کے پاکیزہ گوہر کی بنا پر ان کی ذمہ داریاں بھی بہت زیادہ وسیع اور سنگین ہیں، ان سے معمولی سا ترک اولیٰ بھی گوارہ نہیں ہے۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا یہ ارشاد گرامی ہے:

"علماً من اللہ تعالیٰ بمائل الامور و احاطۃ بحوادث الدُّھور"

اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ چونکہ خداوند عالم کے مستقبل اور ان کی سنگین ذمہ داریوں کا علم تھا اس لئے اس نے ان کے گوہر ذات کو پاک و پاکیزہ قرار دیا۔

۲) وہ خدا کے اوامر کی تکمیل اور اس کے احکام کو نافذ کرنے آئے تھے۔

یہ مفہوم سے لبریز تعبیر شاید اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں اور اس بات کی طرف بھی اشارہ ہوسکتا ہے کہ تخلیقِ کائنات کی تکمیل شریعتِ خداوندی کے احکام کی تعمیل سے ہوتی ہے۔

۳) گفتگو کے اس حصہ میں پیغمبر اکرمؐ کی محترم دختر نے لوگوں کی اس افسوسناک حالت کی طرف اشارہ کیا ہے جو بعثت سے پہلے تھی۔ وہ لوگ کس طرح اندھیروں اور خرافات میں گھرے ہوئے تھے۔ مجوسی آگ کی عبادت کرتے تھے، عرب بتوں کو سجدہ کرتے تھے، ہر گروہ کا انداز جدا تھا، ہر ایک انحرافات کا شکار تھا۔

یہ تعبیر کس قدر لاجواب ہے ''وہ لوگ پہچاننے کے باوجود اس کا انکار کررہے تھے'' گویا یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ توحید ہر انسان کی فطرت میں شامل ہے۔

۴) گفتگو کے دوسرے حصہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود اور ان کے قیام کے اثرات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ انہوں نے کس طرح فکر کے افق سے خرافات اور اوہام کی گھنگھور گھٹاؤں کو دور کرکے فکر کو نئی روشنی دی۔ دل کے آئینہ کو صدیوں پرانے جہالت کے زنگ صاف کرکے جلا بخشی، حق کو دیکھنے کیلئے آنکھوں پر جو پردے پڑے ہوئے تھے، ان کو اُٹھایا اور لوگوں کو ''صراط مستقیم'' کی طرف دعوت دی جس میں نہ افراط ہے اور نہ تفریط۔

ان جملوں کی گہرائیوں کو سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ دقتِ نظر سے جاہلیت کے دور کا مطالعہ کریں اور پھر اسلام کے بعد کی حالت سے اس کا مقایسہ کریں تا کہ یہ حقیقت واضح ہو جائے اور اسی بات کی طرف حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے اشارہ فرمایا ہے۔

۵) پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال قابل فخر ہے، یہ بات خود اپنی جگہ قابل توجہ ہے۔ ان کی روح کا طائر بلند پرواز جو مدتوں سے اس قفسِ بدن میں اور اس دارِ فانی میں مقید تھا۔ اس نے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے بعد اور رسالت کو انجام دینے کے بعد اس قفس کو توڑ کر محبوب کی فضا میں ابدیت کی طرف پرواز کی اور آسمان کے بلند منزلت فرشتوں میں جلوہ افروز ہوا۔

تیسرا باب:

کتابِ خدا کی اہمیت اور احکام کا فلسفہ

پھر اس کے بعد اہل مجلس کی طرف رُخ کیا۔ مہاجرین اور انصار کی ذمہ داریاں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اے خدا کے بندو! تم امر و نہی پروردگار کے مسئول اور اس کے دین اور وحی کے حامل ہو۔ اپنے آپ پر خدا کے نمائندے ہو اور دوسری اُمتوں کی طرف اس کے مبلغ ہو۔ خدا کے حق کا محافظ تمہارے درمیان موجود ہے اور خدا نے جو عہد تم تک پہنچایا ہے خود اس کی حفاظت کرنے والا ہے۔

وہ چیز جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد اُمت میں یادگار چھوڑی ہے وہ خدا کی ناطق کتاب ہے، وہ قرآن صادق ہے، وہ روشن نور اور چمکدار روشنی ہے۔ ایسی کتاب جس کی دلیلیں روشن، جس کا باطن واضح جس کا ظاہر پُرنور اور جس کی پیروی کرنے والے لائق صد افتخار ہیں۔

ایسی کتاب جو اپنے عمل کرنے والوں کو جنت کی طرف لے جاتی ہے اور سننے والوں کو ساحلِ نجات تک رہنمائی کرتی ہے۔ اس کے ذریعہ سے اللہ کی روشن دلیلوں کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس کے واجبات کی تفسیر معلوم کی جا سکتی ہے۔ اس کے محرمات کی شرح حاصل کی جا سکتی ہے۔ اس کی واضح دلیلیں روشن اور اس کے براہین کافی ہیں۔ اخلاقی احکام اور وہ چیز جو جائز ہے وہ اس میں لکھی ہوئی ہے۔

اس کے بعد فرمایا:

خداوند عالم نے ایمان کو تمہیں شرک سے پاک کرنے کا ذریعہ دیا۔

تمہیں کبر و غرور سے پاکیزہ رکھنے کیلئے نماز واجب کی۔

نفس کے تزکیہ اور رزق میں اضافہ کیلئے زکواۃ قرار دی۔

خلوص کے استحکام کیلئے روزہ واجب کیا۔

دین اسلام کی تقویت کیلئے حج واجب کیا۔

دلوں کی ہم آہنگی کیلئے عدل واجب کیا۔

ہماری اطاعت کو ملت کے نظام کا وسیلہ قرار دیا۔

اختلافات سے محفوظ رہنے کیلئے ہماری امامت کو واجب کیا۔

اسلام کی عزت کیلئے جہاد قرار دیا۔

زیادہ سے زیادہ اجر حاصل کرنے کیلئے صبر قرار دیا۔

لوگوں کی اصلاح کیلئے امر بمعروف کو لازم کیا۔

خدا کے غضب سے محفوظ رہنے کیلئے والدین کے ساتھ نیکی کا حکم دیا۔

تعداد میں اضافہ کیلئے صلۂ رحم کو لازم قرار دیا۔

جان کی حفاظت کیلئے قصاص قرار دیا۔

گناہوں کی مغفرت کیلئے وفائے نذر وعہد کو لازم قرار دیا۔

کمی سے محفوظ رہنے کیلئے شراب کو حرام کیا۔

خدا کے عذاب سے محفوظ رہنے کیلئے تہمت اور ناروا نسبتوں کو ناجائز قرار دیا۔

عفتِ نفس کیلئے چوری کو حرام جانا۔

عبادت میں اخلاص کیلئے شرک کو حرام قرار دیا۔

اب جب ایسا ہے تو پرہیزگاری اختیار کرو، جو اس کی شان کے لائق ہے اس کو انجام دو اور اس کی مخالفت سے پرہیز کرو۔ کوشش کرو کہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت مسلمان رہو۔ امر و نہی میں خدا کی اطاعت کرو، علم و دانش کا راستہ اختیار کرو کیونکہ خدا کے بندوں میں صرف علماء ہی ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔

مختصر تشریح:

اس باب میں بھی خاتون کائناتؑ نے اہم باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۱) پیغام کو پہنچانے، اسلام کو پھیلانے، اُصول وقوانین اور معارف کی حفاظت کرنے اور اسلامی اقدار کی نسبت مسلمانوں کی اہم ذمہ داریوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اگر اس سلسلے میں انہوں نے کوتاہی کی اور تساہلی سے کام لیا تو خدا کے سخت عذاب کا انتظار کریں اور اس کی بے پناہ رحمتوں سے دور ہوتے چلے جائیں۔

۲) قرآن ناطق کی عظمت کو ایک بولنے والی کتاب، واضح روشنی، شمع فروزاں، جو جہالت، تعصب اور خرافات کے اندھیروں کے خلاف مسلسل جنگ سے تعبیر کیا ہے۔ یہ وہی کتاب ہے جس کا ظاہر خوبصورت اور پرنور ہے، جس کا باطن واضح اور ثمر بار ہے جس کی دلیلیں اطمینان بخش اور نجات دینے والی ہیں۔ یہ وہی رہبر ہے جس نے اپنی پیروی کرنے والوں کی نجات کی ضمانت لی ہے اور ان کو بہشت تک پہنچانے کی ذمہ داری لی ہے۔ یہ وہی فرشتۂ نجات ہے جس نے اپنے واضح اور فصیح بیان سے توحید کی دلیلوں کو آشکار کیا، عقائد کی بنیادوں کو استحکام عطا کیا۔ ان اُصول وقوانین کو وضاحت سے بیان کیا جو اس کو انسانیت کی منزلِ کمال تک پہنچنے کیلئے ضروری ہیں۔ اس نے ''جائز کو ناجائز'' سے ''نیک'' کو ''بد'' سے اور ''حق کو باطل'' سے جدا کیا۔

۳) احکام کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے مختصر عبارت میں مفاہیم کے دریا سمو دیئے ہیں۔ ایمان سے نذر کی وفا تک توحید سے کم فروشی تک ہر ایک کو ایک ایک جملہ میں اس طرح بیان کردیا گویا کوزے میں سمندر بند کردیا ہے۔

یہ جملہ کس قدر معنی خیز ہے کہ '' خداوند عالم نے تمہیں شرک کی نجاست سے پاک کرنے کیلئے ایمان قرار دیا۔''

یہ جملہ اس حقیقت کو باقاعدہ بیان کررہا ہے کہ توحید کی حقیقت اور اللہ کی معرفت ہر انسان کی فطرت میں موجود ہے۔ شرک کی کثافت ایک عارضی نجاست ہے۔ اسلام اس لئے آیا کہ دل کی پاکیزہ زمین کو کفر وشرک کی نجاستوں سے پاک صاف کرسکے۔ جس طرح ایک سفید لباس جب گندا ہوجاتا ہے تو اس کو دھوتے ہیں تاکہ اس کا اصل رنگ ظاہر ہوجائے اور عارضی گندگی دور ہوجائے۔

خدا نے نماز اس لئے واجب کی تاکہ بندوں میں تواضع اور انکساری آسکے۔ ان کا سر پُرغرور بندگی

کے جذبے سے ختم ہو سکے۔ اس کیلئے سجدہ، رکوع اور عبادت کے طریقے رائج کیے۔ زکواۃ انسان کو مال کی غلامی سے آزاد کراتی ہے۔ اس کو دنیا کی قید و بند سے نجات دلاتی ہے اور اس طرح معاشرے کے محروم افراد اقتصادی استحکام پا کر ترقی کرنے لگتے ہیں۔

روزہ اس لئے واجب کیا تا کہ انسان اپنی نفسانی خواہشات پر قابو پا سکے۔ اس کی روح میں مزید خلوص پیدا ہو سکے اور تقویٰ کے پھول اس کی شاخِ زندگی پر پھولنے لگیں۔

حج کی عظیم الشان اور عالمی کانفرنس اسلام کے استحکام اور تقویت کیلئے قرار دی تا کہ مسلمان فکری، ثقافتی، عسکری اور سیاسی میدان میں ایک دوسرے کو تقویت پہنچا سکیں اور اسلام کی تقویت کا سبب بن سکیں۔

سماجی عدل و انصاف کے ذریعہ دلوں سے دیرینہ بغض و عناد کو دور کیا۔ بدامنی کو امن میں تبدیل کیا اور خداوند عالم نے معصوم افراد کو مسلمانوں کا رہبر قرار دے کر معاشرتی نظام کی سلامتی کی ضمانت لی تا کہ لوگ توحید کے راستے پر چل سکیں اور ہر طرح کے نفاق و افتراق سے دور رہیں۔

اسی طرح جہاد، صبر، استقامت، امر بمعروف، نہی از منکر، قصاص کے مسائل، عہد و پیمان کی ادائیگی، کم فروشی کی ممانعت، کردار کے ذریعے بدکرداری سے حفاظت، شراب کی حرمت، ہر ایک کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان کے بنیادی فلسفے کو بیان کیا۔

۴) خاتونِ کائنات سلام اللہ علیہا نے ایک بار پھر اسلام اور قرآن کے متعلق مسلمانوں کی ذمہ داریوں کو بیان فرمایا۔ انہیں تقویٰ اور پرہیز گاری کی دعوت دی اور عاقبت کے خطرات سے آگاہ کیا اور اس بات پر زور دیا کہ اس بات کی کوشش کرو کہ دنیا سے جاتے وقت تم مسلمان رہو۔ ایسا نہ وہ کہ دنیا سے رخصت ہوتے ہوتے تمہارا دامن اسلام اور ایمان سے خالی ہو۔

اپنے دلوں کو علم کے نور سے منور کرو کیونکہ صرف وہ لوگ جو ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہیں وہی تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور وہی خدا سے ڈرنے والے ہیں۔

چوتھا باب:

حکومت کے مقابلے میں اپنا موقف

اس کے بعد فرمایا: تم کو معلوم ہونا چاہیے، میں فاطمہؑ ہوں، میرے والد محمدؐ ہیں، خدا کا درود وسلام ہوان پر۔ جو کچھ میں کہہ رہی ہوں اس کا آغاز وانجام ایک ہے، میں متضاد باتیں نہیں کہتی ہوں، جو کچھ کہہ رہی ہوں غلط نہیں کہہ رہی ہوں۔ میرے عمل میں خطا نہیں ہے۔

لَقَدْ جَائَکُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنفُسِکُمْ عَزِیزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِینَ رَئُوفٌ رَحِیمٌ (توبہ: ۱۲۸)

تمہارے درمیان ایک پیغمبر مبعوث ہوا جو تمہارے پاس آیا۔ جو پریشانیاں دیکھ کر متاثر تھا، تمہاری ہدایت کا متمنی تھا، مومنین کیلئے حد درجہ مہربان تھا۔

اگر تم اس کا نسب تلاش کرو تو تمہیں معلوم ہوگا، وہ میرے والد تھے، تمہاری عورتوں کے نہیں، وہ میرے چچا کے فرزند کے بھائی تھے نہ کہ تم لوگوں کے، کتنا لائق فخر ہے یہ سلسلۂ نسب۔ خدا کا درود وسلام ہوان پر اور ان کے خاندان پر۔ ہاں وہ تشریف لائے اور انہوں نے اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی انجام دیا۔ لوگوں کو خطرات سے آگاہ کیا، مشرکین کے راستوں سے انحراف کیا، ان کی گردنوں کو توڑا، ان کے گلوں کو گھوٹا، تاکہ وہ شرک سے دستبردار ہوجائیں اور توحید کے راستے پر آجائیں۔

وہ ہمیشہ واضح وروشن دلیلوں اور نصیحت آمیز باتوں سے لوگوں کو خدا کی طرف بلاتے رہے، انہوں نے بتوں کو توڑا، متکبروں کے سر پر غرور کو متلاشی کردیا تاکہ ان کا شیرازہ منتشر ہوجائے، تاریکی دور ہوجائے، صبح نمودار ہوجائے، نفاق کا سر زمین پر آیا، کفر اور اختلاف کی گرہیں کھل گئیں، اور زبان کلمۂ اخلاص ''لا الہ الا اللہ'' سے آشنا ہوگئی، جب کہ تم لوگ اس وقت مختصر تھے اور فقیر ومحتاج تھے۔

ہاں اس وقت تم لوگ جہنم کے دہانے پر کھڑے تھے اور اتنے مختصر تھے جیسے پیاسے کیلئے ایک

گھونٹ پانی، یا بھوکے کیلئے بس ایک لقمہ اور اس کیلئے آگ کا شعلہ جو اس کی طرف تیزی سے بڑھ رہا ہو۔ تم ہاتھ اور پیر دونوں سے پامال کئے جا رہے تھے۔ ان دنوں تمہارے پینے کا پانی گندا اور بدبودار تھا، تمہاری غذا درخت کے پتے تھے، تم ذلیل وخوار تھے۔ تم ہمیشہ اس بات سے ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں تمہارا طاقتور دشمن تم پر حملہ نہ کردے اور تم کو نگل جائے۔ لیکن خداوند عالم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعہ تم کو اس ذلت، زبوں حالی اور ناتوانی سے نجات دلائی، انہوں نے تمہارے بہادروں سے مقابلہ کیا، عرب کے یہودیوں اور عیسائیوں جیسے بھیڑیوں کا سامنا کیا اور انہوں نے جتنا زیادہ جنگ کی آگ کو بھڑکانا چاہا خدا نے اس کو خاموش کیا۔

جب بھی شیطان ظاہر ہوتا تھا اور مشرکین کا فتنہ پھیلنے لگتا تھا اس وقت میرے والد اپنے بھائی حضرت علیؑ کو ان کے مقابلے میں بھیجتے تھے اور اُن کے ذریعہ مشرکوں کو سرنگوں کرتے تھے۔ اور وہ اتنی خطرناک ذمہ داریوں سے کبھی گھبراتے نہیں تھے۔ جب بھی واپس آتے تھے دشمنوں کو پامال کرکے واپس آتے تھے، ان کے غرور کو خاک میں ملا کر واپس آتے تھے۔

مختصر تشریح:

اس باب میں بھی جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے عظیم حقائق کا انکشاف فرمایا ہے۔

۱) **میں کون ہوں:** حضرت فاطمہ زہراؑ نے سب سے پہلے اپنا تعارف کرایا ہے تاکہ بہانے کے تمام راستے بند ہو جائیں اور کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہم کو تو معلوم ہی نہیں تھا۔ ہم تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیٹی کو پہچانتے ہی نہیں تھے ورنہ ہم ان کی ضرور مدد کرتے۔

آپ نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ اپنی قرابت کا خاص طور سے تذکرہ کیا اور یہ بھی واضح کیا کہ حضرت علیؑ اور پیغمبر اسلامؐ ایک دوسرے سے کتنے قریب ہیں۔ اس کے بعد اس بات پر زور دیا کہ میں جو کچھ کہہ رہی ہوں حقیقت ہے، میں غیر سنجیدہ باتیں نہیں کرتی ہوں، میں بغیر سوچے زبان نہیں کھولتی ہوں، غور سے سنو اور دیکھو، اس حادثہ کے بارے میں اپنی عظیم ذمہ داریوں کو محسوس کرو۔

۲) **غیر معمولی ہمدردی:** اس کے بعد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ان لوگوں کے ساتھ غیر معمولی ہمدردی کا تذکرہ کیا اور واضح کیا کہ ان لوگوں کیلئے آنحضرتؐ نے کس قدر زحمتیں برداشت کریں،

کس طرح ان کے رنج وغم میں شریک رہے، اورقرآن کریم نے پیغمبر اکرمؐ کے جن اوصاف کا تذکرہ کیا ہے اس کی طرف اشارہ کیا۔

☆ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خودتم ہی میں سے تھے، وہ تمہارے معاشرے کے ایک فرد تھے۔

☆ وہ تمہاری طرف مبعوث ہوئے تمہارے پاس آئے۔

☆ تمہارے ہمدرد تھے۔

☆ تمہاری ہدایت کے خواہاں تھے۔

☆ نہایت مہربان اوررحم دل تھے۔

یہ وہ اوصاف ہیں جو اصحاب نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دیکھے تھے اور پہچانتے تھے۔

۳) **غیر معمولی زحمتیں:** پھراس کے بعد پیغمبر اکرمؐ کی طاقت فرسا زحمتوں کا تذکرہ کیا۔ یکہ وتنہا اتنے عظیم کام کیلئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ذرّہ برابر بھی گھبرائے نہیں، ظالموں کو سرنگوں کیا، تکبر کرنے والوں کو خاک میں ملایا۔ وہ حق طلب اورحق پرستوں کے سامنے سراسر حکمت اورموعظہ تھے۔ یہاں تک انہوں نے دشمنوں کی طاقت کو توڑ دیا، ان کے بُت خانوں کو ویران کر دیا، دشمنانِ خدا کو پریشان کر دیا، ظلمتوں کو نور میں بدل دیا، صبح حق کو نمایاں کیا اور شمع حقیقت کو فروزاں کیا۔ چمگادڑ صفتوں نے فرار کی راہ اختیار کی، اورلوگوں میں اتنی جرأت اور ہمت ہوئی کہ وہ کفر کے دریا میں کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' کا چراغ روشن کریں۔

۴) **تم اس طرح تھے:** حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ان لوگوں وہ وقت یاد دلا رہی ہیں جب ان کی تعداد بہت کم تھی۔ ہر طرف وحشتوں کا طوفان تھا۔ ایک طرف پرانی بُت پرستی اورشرک کے وسوسے تھے جو کبھی کبھی تمہارے ذہنوں میں فتور پیدا کرتے تھے۔ تم شک وتردید میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ تمہیں جہنم کے دہانے تک کھینچ کر لے جاتے تھے اور دوسری طرف طاقتور، بے رحم اور سنگ دل دشمن تھے جو ہر طرف سے تم کو گھیرے ہوئے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ پلک جھپکتے ہی تم کو نیست ونابود کر دیں گے، تم کو کچل ڈالیں گے، اس وقت تمہارے پینے کا پانی گندا، بدبودار اور متعفن تھا، کوئی چیز تمہیں میسر نہیں تھی، تم ہمیشہ اپنے مستقبل سے خوف زدہ رہتے تھے۔ لیکن خداوند عالم نے یہ ارادہ کیا کہ تم کو ان خونخوار درندوں سے نجات دلائے، زہریلے سانپوں کا منہ کچل دے، مختصر اور کمزور کئے گئے لوگوں کو ان پر مسلط کر دے اور

اس نے ایسا ہی کیا۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ فتنے کی آگ خاموش ہوگئی،طوفان ختم ہوگیا،ظالموں نے فرار اختیار کیا، جہالت کی تاریکی سے استفادہ کرنے والے ڈاکوؤں نے آفتاب اسلام کی عالم تاب روشنی دیکھ کر ویرانوں میں چھپنا شروع کردیا۔

ہاں جناب فاطمہ زہراؑ نے اس دور میں ان حساس لمحات کا تذکرہ کیا،جس وقت کا ہر دن مومنین کیلئے ایک صدی کے برابر تھا، تاکہ خداوند عالم کی بے پناہ نعمتوں کو بھلائیں نہیں، اس کی عنایتوں کی ناشکری نہ کریں، ہمیشہ خدا کے معین کردہ راستوں پر چلتے رہیں اور حکومت وقت کی ایجاد کردہ فضا میں حواس باختہ نہ ہوجائیں۔

۵) **حضرت علیؑ کی خدمات:** بنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کی بے پناہ خدمتوں کا تذکرہ کیا کہ کس طرح خطرناک مواقع پر پیغمبر اکرمؐ ان کو بھیجتے تھے اور وہ کس غیر معمولی جاں نثاری، وفاداری اور قربانی کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ کرتے تھے۔ وہ ان کی بھڑکائی ہوئی آگ میں کود پڑتے تھے اور اس کو خاموش کردیتے تھے۔ سرکشوں کے سرداروں کو اپنی تلوار سے جدا کردیتے تھے،اُن کے غرور کو خاک میں ملا دیتے تھے، ہر جگہ، ہر وقت اور ہر میدان میں پیغمبر اکرمؐ کے محافظ تھے،ان کی سپر تھے۔

ہاں بس ایسا ہی شخص پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے انقلاب کو آگے بڑھا سکتا ہے اور اس کو ادھر اُدھر منحرف ہونے سے روک سکتا ہے۔

پانچواں باب:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد رُونما ہونے والے واقعات

جب خداوند عالم اپنے پیغمبر کے لئے انبیاء کے گھر اور اصفیاء کی آرامگاہ کو انتخاب کیا (یعنی پیغمبر کی رحلت ہوتی) تو ناگہاں دلوں میں پوشیدہ کینہ اور نفاق تمہارے درمیان ظاہر ہو گیا، دین کی نقاب اُلٹ دی گئی، گمراہ افراد بولنے لگے، گمنام افراد سر بلند کرنے لگے، باطل کے نعرے بلند ہوئے اور معاشرہ میں سازشیں شروع ہو گئیں۔ شیطان نے اپنی کمین گاہ سے سر باہر نکالا، تم کو اپنی طرف بلایا، تم کو اپنی دعوت اور اپنے فریب کا منتظر پایا۔

پھر اس نے تم کو قیام کی دعوت دی، تم کو حرکت کیلئے آمادہ پایا، تمہارے دلوں میں انتقام اور غصہ کی آگ بھڑکائی، غصہ کے آثار تمہارے چہرے سے نمایاں ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ تم نے اپنے اونٹ کے علاوہ دوسرے پر نشان لگایا، اپنے گھاٹ کے علاوہ دوسرے کے گھاٹ میں داخل ہو گئے۔ اس چیز کو تلاش کرنے لگے جو تمہاری نہیں تھی، اور نہ اس میں تمہارا کوئی حق تھا۔ آخر کار تم نے حکومت پر غاصبانہ قبضہ کرنا شروع کیا۔ ابھی پیغمبر اکرمؐ کے انتقال کو زیادہ دن نہیں گذرے تھے، ہماری مصیبت تازہ اور ہمارے زخم ہرے تھے اور ابھی تو پیغمبر اکرمؐ کو دفن بھی نہیں کیا گیا تھا، تم نے یہ بہانہ گھڑا کہ ''کہیں فتنہ نہ برپا ہو جائے۔''

اس سے بڑھ کر اور کون سا فتنہ ہو سکتا ہے جس میں اس وقت تم گرفتار ہو؟ ہاں یقینا دوزخ کافروں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

یہ کام تم سے کتنا بعید ہے۔

تم کیا کر رہے ہو؟

کدھر جا رہے ہو؟

جب کہ خدا کی کتاب تمہارے درمیان موجود ہے۔ اس کی ساری چیزیں پُرنور ہیں، ساری نشانیاں روشن ہیں۔ اس کے سارے نواہی آشکار اور سارے اوامر واضح لیکن تم نے اس کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ کیا تم نے اس سے منہ موڑ لیا؟ یا اس کے علاوہ کسی اور چیز سے فیصلہ کر رہے ہو؟ آہ! افسوس ستمگاروں نے قرآن کے بدلے کتنی خراب چیز اختیار کی ہے۔ ''اور جو بھی اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو انتخاب کرے گا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اُٹھانے والوں میں ہوگا۔'' (آلِ عمران:۸۵)

مختصر تشریح:

۱) **منحرف راستے:** خاتون کائنات حضرت زہراؑ نے اس باب میں زمانۂ جاہلیت کے باقی ماندہ منافقین کے گروہوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ جن کیلئے پیغمبر اکرمؐ کی زندگی میں عرصۂ حیات تنگ ہو گیا تھا۔ جو اپنے آپ میں گم ہو گئے تھے۔ اپنی بلوں میں پوشیدہ ہو گئے تھے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے فوراً بعد ہی یہ حشرات الارض اپنی بلوں سے باہر نکلنے لگے، وہ چمگادڑیں جو آفتاب رسالت کی چمک دمک سے خودنمائی کی طاقت نہیں رکھتی تھیں، تاریکیوں میں چھپی بیٹھی تھیں وہ باہر نکلنے لگیں، مشکوک سازشیں شروع ہوئیں، منحرف راستے واضح ہونے لگے، سیاست کے پرانے اور پر فریب بازی گر میدان میں آ گئے۔

۲) **لوگوں نے شیطان کی آواز پر لبیک کہا:** پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اکلوتی بیٹی کا رنج و غم یہاں سے شروع ہوتا ہے کہ کس طرح اکثریت نے شیطان کی دعوت کو قبول کر لیا اور اس کے ساز پر تھرکنے لگے، منافقوں کے آلۂ کار ہو گئے، شیطان کے حزب میں داخل ہو گئے۔ جب کہ ابھی پیغمبر اکرمؐ کے غسل کا پانی بھی خشک نہیں ہوا تھا۔ ان کے مؤذن کی آواز سے کان آشنا تھے، ان کی تکبیر سے دل واقف تھے لیکن لوگ الٹے پیروں واپس ہونے لگے۔

سادہ لوحوں اور دل کے بیماروں کے علاوہ دوسرے بھی صرف اس ڈر سے خاموش ہو گئے کہ اگر کچھ کہیں گے تو اختلاف ہوگا۔ یہ لوگ خاموش تماشائی بن گئے یا ان کے ہم آواز ہو گئے تاکہ کوئی

اختلاف نہ ہو جبکہ یہ خود ہی بہت بڑا اختلاف اور عظیم انحراف تھا۔

۳) **قرآن کی پناہ میں آؤ:** جناب فاطمہ زہراؑ ان کو پکارتی ہیں، تم لوگ کہاں ہو؟ اے گمراہو! کدھر جارہے ہو؟ وہ گویا ان کو پیغمبر اکرمؐ کی یہ حدیث یاد دلانا چاہتی ہوں کہ: ''**اذا التبست علیکم الفتن کقطع اللیل المظلم فعلیکم بالقرأن فمن جعله امامه قاده الی الجنة و من ترکه خلفه ساقة الی النار**'' جب رات کی تاریکی کی طرح تمہیں ہر طرف سے فتنے گھیر لیں تو قرآن کے دامن میں پناہ لو اور جو کوئی قرآن کو اپنے امور میں مدنظر قرار دے گا، اس کو اپنا رہنما قرار دے گا، قرآن اس کو جنت تک لے جائے گا اور جو کوئی قرآن کو پس پشت قرار دے گا وہ اس کو جہنم کی طرف ہنکا دے گا۔''

ان کو متوجہ کررہی ہیں، دیکھو قرآن کو نہ چھوڑو، اس کے احکام واضح ہیں، اس کے اوامر ونواہی ظاہر ہیں۔ پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے بعد خلافت کے بارے میں جو دستور دیا ہے وہ واضح ہے۔ اس نے ان باتوں کی پیشین گوئی پہلے ہی کردی تھی، کسی چیز کو مبہم نہیں رکھا ہے۔

۴) **اصحاب پیغمبر اکرمؐ کو خطرات کی طرف متوجہ کرنا:** شہزادی کائنات حضرت فاطمہ زہراؑ ان کو متوجہ کررہی ہیں۔ اگر پیغمبر اکرمؐ کی عظیم یادگار ''قرآن'' کو تم لوگوں نے چھوڑ دیا اور کسی دوسرے کے دامن میں پناہ لی، اپنے ناقص خیالات کو قرآن پر فوقیت دی، مصلحت کا بہانہ لے کر اپنے کو قرآن پر حاکم قرار دیا اور قرآن کی پیروی نہیں کی تو تمہیں بہت زبردست نقصان اُٹھانا پڑے گا۔

فتنہ کی آگ تمہارے معاشرے میں ہرگز خاموش نہیں ہوگی۔ جس چیز سے ڈر رہے ہو وہی ہوگا، جس سے بھاگ رہے ہو اسی میں گرفتار ہوگے، اسلام تمہارے درمیان سے رخصت ہوجائے گا پھر تو بس ظاہر ہی ظاہر رہ جائے گا۔ اندر کچھ بھی نہ ہوگا۔

چھٹا باب:

فدک کے غصب کرنے کا قصہ

ہاں تم نے ناقۂ خلافت کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔تم نے اتنا بھی صبر نہ کیا کہ وہ رام ہو جائے اور تمہارے سامنے تسلیم ہو جائے۔تم نے ایکا ایکی فتنہ کی آگ بھڑکا دی اور اس کے شعلوں کو ہوا دینے لگے۔گمراہ کرنے والے شیطا کی بات مان لی، دین حق کے روشن نور کو خاموش اور پیغمبر اکرمؐ کی پاکیزہ سنت کو مٹانے لگے اور دودھ کے جھاگ کا، بہانہ بنا کر سب کا سب چپکے چپکے پی گئے۔

ظاہراً دوسروں کی ہمدردی کا اظہار کرتے تھے لیکن دراصل تم اپنے آپ کو مضبوط کر رہے تھے۔تم پیغمبر اکرمؐ کے خاندان اوران کی اولاد کو گوشہ نشین کرنے کیلیئے تاک میں بیٹھ گئے۔ہم نے بھی صبر ہی کو بہتر جانا لیکن اس طرح جیسے کسی کے گلے پر تلوار ہو اور سینہ پر نیزہ ہو۔

تعجب ہے تم یہ خیال کرتے ہو،خداوند عالم نے ہمارے لئے کوئی میراث قرار نہیں دی ہے اور ہمیں پیغمبر اکرمؐ کی میراث نہیں ملے گی۔کیا تم جاہلیت کے احکام کی پیروی کر رہے ہو،یقین کرنے والوں کیلیئے خدا سے بہتر کس کا فیصلہ ہے۔کیا تم ان مسائل کو نہیں جانتے؟

ہاں تم جانتے ہو،روز روشن کی طرح تمہارے لیے عیاں ہے کہ میں ان کی بیٹی ہوں۔اے مسلمانو! کیا میری میراث زبردستی لے لی جائے گی،اے قحافہ کے بیٹے مجھے جواب دے،کیا قرآن میں ہے کہ تم کو اپنے باپ کی میراث ملے اور مجھے اپنے باپ کی میراث نہ ملے؟ کتنی غلط ہے یہ بات؟

کیا تم نے جان بوجھ کر خدا کی کتاب چھوڑ دی ہے اور اس کو پس پشت ڈال دیا ہے۔حالانکہ قرآن میں ہے۔

”وَوَرِثَ سُلَیمَانُ دَاوُدَ“ سلیمان کو اپنے والد داؤد کی میراث ملی۔(نمل:۱۶)

جناب یحییٰ بن زکریا کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

”فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا O يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ“ (مریم: ۶ـ۵)

خدایا مجھے ایک ایسا فرزند عطا کر جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو۔ نیز یہ بھی ارشاد فرمایا:

”وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللهِ“ (انفال: ۷۵)

رشتہ دار میراث لینے میں غیروں پر فوقیت رکھتے ہیں۔

یہ بھی ارشاد فرمایا:

”يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ“ (نساء: ۱۱)

خداوند عالم تمہیں تمہارے فرزندوں کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ لڑکوں کا حصہ لڑکیوں کے دوگنا ہے۔

یہ بھی ارشاد ہے:

”إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ“ (بقرۃ: ۱۸۰)

اگر کوئی اپنے بعد مال چھوڑے تو مناسب ہے کہ اپنے والدین اور رشتہ داروں کیلئے وصیت کرے اور تمام پرہیزگاروں کیلئے ضروری ہے۔

تم نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ مجھے اپنے والد کی میراث نہیں ملے گی؟ میرے اور ان کے درمیان کوئی رشتہ داری نہیں ہے؟ کیا خداوند عالم نے تمہارے لیے کوئی خاص آیت نازل کی ہے اور میرے والد کو اس سے خارج کیا ہے؟ یا یہ کہتے ہو، دو مذہب کے ماننے والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے، کیا میرا اور میرے والد کا مذہب ایک نہیں؟

کیا تم قرآن کے عام اور خاص کو میرے والد اور ان کے چچازاد بھائی سے بہتر جانتے ہو؟ اب جب ایسا ہے، تو میری میراث کو لے لو جو ایک آمادہ اور مہار شدہ سواری کی طرح استفادہ کرنے کیلئے حاضر ہے۔ اس پر سوار ہو، لیکن یہ جان لو میں قیامت میں تم سے ملاقات کروں گی اور تم سے مطالبہ کروں گی، اور وہ کیسا بہترین دن ہوگا، جس دن خدا حاکم ہوگا، اور مدعی حضرت محمد مصطفیؐ۔ فیصلہ کا دن قیامت، اس دن باطل کے پیرو نقصان اُٹھائیں گے اور اس دن شرمندہ ہونے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

جان لو! ہر چیز کا ایک مرکز ہے اور عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا۔ ذلیل کرنے والا عذاب کس

طرف رُخ کرتا ہے اور کس پر خدا کا ابدی عذاب نازل ہوتا ہے۔

مختصر تشریح:

۱) زمانہ جاھلیت کے قوانین کا احیاء: اس باب میں جناب فاطمہ زہراؑ کا خطبہ ایک نئے انداز سے آگے بڑھتا ہے۔ اس مرحلہ میں عجیب سوز و گداز ہے۔ انہیں اس بات کا زیادہ افسوس ہے کہ جاہلیت کے قوانین ایک بار پھر زندہ ہو رہے ہیں۔ کیونکہ یہ جاہلیت کے دور میں ہوتا تھا کہ لڑکیوں کو بالکل میراث نہیں دی جاتی تھی۔ اسلام نے اس کو بالکل باطل قرار دیا اور تمام رشتہ داروں کو میراث میں شریک قرار دیا۔ اس بنا پر یہاں پر صرف ''فدک'' کا مسئلہ نہیں ہے۔ سب سے پہلے اور اہم بات جو ہے وہ یہ کہ جاہلی قوانین زندہ کئے جا رہے ہیں، اسلامی قوانین مٹائے جا رہے ہیں لہٰذا اس سلسلہ میں جناب فاطمہ زہراؑ ان لوگوں کی سخت ملامت کرتی ہیں۔ ان پر زبردست تنقید کرتی ہیں، ان کو ان حرکتوں کی طرف متوجہ کرتی ہیں اور اس سے دست بردار ہونے پر زور دیتی ہیں۔ یہ سب سے زیادہ تعجب خیز بات ہے کہ ان لوگوں نے یہ کام اس قدر جلد انجام دیا کہ ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ ''فدک کو غصب'' کرنا کوئی آسان نہیں ہے۔ انہوں نے اتنا بھی صبر نہیں کیا کہ خلافت مستحکم ہو جائے تب یہ کام کریں اور پھر ظالمانہ طریقہ اپنا کر اس کو حاصل کرلیں۔ انہوں نے یہ سارے کام اتنی جلدی انجام دیئے کہ لوگوں کو سوچنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتنی گہری اور منظم سازش تھی۔

۲) دشمن کی دلیلیں: یہ عظیم الشان خطیب یہ پیغمبر اکرمؐ کی عظیم الشان بیٹی، اس کے بعد ان کی دلیلوں کی طرف رُخ کرتی ہیں جو اس بات کے مدعی ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''ہم انبیاء کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے ہیں'' ہم کوئی میراث اپنے بعد نہیں چھوڑتے۔

اس کے بعد ان لوگوں کا دندان شکن جواب دیتی ہیں۔ قرآن کریم کی عمومی اور خصوصی آیتوں سے دلیل پیش کرتی ہیں اور ان تمام آیتوں سے یہ ثابت کر دیتی ہیں کہ یہ حدیث بالکل جعلی ہے، اس کو دیوار پر مار دو۔

۳) فرار کی راہیں بند: یہ بلند مرتبہ عالمہ اپنی بے مثال دلیلوں سے حریف پر اس طرح استدلال کرتی ہیں کہ اس کیلئے فرار کا کوئی راستہ نہیں رہ پاتا۔ وہ ہر طرف سے دلیلوں سے جکڑ جاتا ہے۔

فرماتی ہیں: اگر تمہارا بہانہ یہ جعلی حدیث ہے: ''ہم انبیاء کوئی میراث نہیں چھوڑتے،'' تو میں نے اس کا جواب قرآنی آیتوں سے دے دیا اور اگر تمہارا عذر یہ ہے کہ ہم ارث سے محروم قرار دیئے گئے ہیں تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام میں ہر فرزند اپنے والدین کی میراث پاتا ہے۔ ہاں صرف ان کو نہیں ملتی جہاں باپ کا مذہب اور بیٹے کا مذہب الگ ہو یعنی غیر مسلمان بیٹے کو مسلمان باپ کی میراث نہیں ملے گی۔ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ میرا اور میرے باپ کا مذہب الگ الگ ہے؟

اگر جاہلیت کے احکام تمہارے سروں میں بھرے ہوئے ہیں جہاں لڑکی کو میراث نہیں ملتی تو اسلام کے آنے کے بعد یہ تمام خرافات ختم کردی گئیں۔ اب اسلام کا سورج طلوع ہونے کے بعد جاہلیت کے تاریک دور کی طرف جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

۴) **تم قرآن زیادہ سمجھتے ہو یا اہلبیتؑ:** جناب فاطمہ زہراؑ ان کیلئے یہ راستہ بھی بند کردیتی ہیں۔ اگر وہ یہ کہیں کہ ہم قرآن سے اس طرح سمجھتے ہیں؟ تو سوال یہ ہے کہ یہ بات قرآن میں کہاں ہے؟ کس تفسیر میں ہے؟ میرے چچا کے فرزند علی ابن ابی طالبؑ جنہوں نے آغوش وحی میں پرورش پائی، جو وحی کے کاتب تھے، جنہوں نے قرآن اور اس کی تفسیر خود پیغمبر اکرمؐ کے دہن مبارک سے سنی، کیا تم ان سے زیادہ قرآن جانتے ہو؟ قرآن ہمارے گھر میں نازل ہوا ہے، اور گھر والے گھر کی بات کو زیادہ جانتے ہیں''۔

مختصر یہ کہ آپ یہاں واضح کرتی ہیں، سلیمان اپنے والد داؤد کے وارث بنے، یحییٰ نے اپنے والد زکریا کی میراث پائی۔ یہ سب کے سب نبی تھے۔ قرآن کریم کی یہ آیتیں اس حدیث کے بالکل برخلاف ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث سراسر جعلی ہے۔ ہم سب یہ جانتے ہیں کہ وہ حدیث جو قرآن کریم کے خلاف ہو وہ کسی طرح قابل عمل نہیں ہے۔

اور کبھی قرآن کریم کی عمومی آیتوں کا تذکرہ کرتی ہیں۔ قرآن کا حکم ہے کہ: ''ہر اولاد خواہ وہ بیٹا ہو یا بیٹی اپنے والدین کی وارث ہوتی ہے، تمام رشتہ دار اپنے طبقات کے اعتبار سے میراث کے حقدار ہیں۔''

یہ حدیث جو قرآن کی عمومی اور خصوصی آیتوں کے خلاف ہے، کیا اس لائق ہے کہ اس پر اعتماد کیا جاسکے؟ اس طرح ارث کی راہ سے مانع تمام راستوں کو بند کرکے حکومت وقت اور لوگوں کے ذہنوں میں سوالیہ نشان بنادیتی ہے۔

۵) اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب تمہاری وجہ سے: اس کے بعد جناب فاطمہ زہراؑ اس بات کی طرف متوجہ کرتی ہیں کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ مالِ دنیا کی بنا پر مجھے فدک عزیز ہے۔ بلکہ اس کا ایک الٰہی مقصد ہے۔ اس لئے ایک جگہ ارشاد فرماتی ہیں:

اب جب ایسا ہے تو سب لے لو، جو کچھ تم سے بن سکے انجام دو، لیکن یقین کرو سامنے ایک عدالت ہے جو دنیائی عدالتوں سے مختلف ہے۔ وہاں فیصلہ کرنے والا خدا ہے اور اس عدالت میں تمہارے خلاف دعویٰ دائر کرنے والے خود حضرت محمدؐ ہیں۔ ہمارے تمہارے وعدہ کا دن روزِ قیامت ہے جس دن تمام پوشیدہ راز آشکار ہو جائیں گے۔ اگر اس دن کیلئے تم نے کوئی جواب تیار کر لیا تو بسم اللہ، ورنہ عذاب الٰہی کیلئے تیار رہو، ساز کے منتظر رہو۔ اس دن تم یقینا اپنے کئے پر شرمندہ ہو گے لیکن اس دن شرمندگی سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ اعمال کا دفتر بند کر دیا جائے گا اور واپسی کا کوئی راستہ نہیں ہوگا۔

ساتواں باب:

انصار سے طلب تعاون

اس کے بعد خاتون کائنات نے انصار کے گروہ کو مخاطب کرتے ہوئے نہایت مستحکم انداز میں خطبہ کو جاری رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اے جوانو! اے ملت کے قوی دست و بازو، اے اسلام کے مددگارو! یہ تمہاری طرف سے میرے مسلم الثبوت حق کو نظرانداز کرنے کا کیا مطلب ہے؟ میرے اوپر ظلم وستم ڈھایا جارہا ہے اور تم خاموش ہو، غفلت برت رہے ہو، کیا میرے باپ رسول خداؐ نے نہیں فرمایا تھا کہ ''ہر شخص کی اولاد کے بارے میں اس کے احترام کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔'' تم نے کتنی جلدی حالات بدل دیئے، کتنی تیزی سے دوسرے راستے پر چلنے لگے، تم میرا حق حاصل کرنے کی طاقت رکھتے ہو، اور جو کچھ کہہ رہی ہوں اس کیلئے تمہارے پاس کافی قوت ہے۔ کیا تم یہ کہتے ہو، حضرت محمدؐ اس دنیا سے رخصت ہوگئے اور ان کے انتقال سے ساری باتیں ختم ہوگئیں، اب ان کے خاندان کو بھلا دینا چاہیئے، ان کی سنت کو پامال کردینا چاہیے۔

ہاں! ان کا انتقال عالم اسلام کیلئے ایک دردناک مصیبت ہے، یہ سب کیلئے عظیم مصیبت ہے، غم و الم کا غبار بیٹھ گیا، اس کا شگاف روز بروز ظاہر ہوگا، اس کے انتشار اور اس کی وسعت میں اضافہ ہوگیا۔ زمین ان کی غیبت سے تاریک ہوگئی، ان کی مصیبت میں ستارے بے نور ہوگئے۔ امید، یاس میں تبدیل ہوگئی، پہاڑ متزلزل ہوگئے، لوگوں کا احترام پامال ہوگیا، ان کے انتقال کے بعد کوئی احترام باقی نہ رہا۔

خدا کی قسم یہ ایک عظیم حادثہ ہے اور ایک بڑی مصیبت، ایک ایسا نقصان ہے جس کی تلافی نہیں، لیکن یاد رکھو اگر حضرت محمد مصطفیؐ اس دنیا سے چلے گئے ہیں تو قرآن مجید نے اس سے پہلے اس کی اطلاع

دی تھی۔ وہی قرآن ہے جو ہمیشہ تمہارے گھروں میں ہے۔ صبح و شام، بلند آواز میں یا آہستہ آہستہ اور مختلف طرز و انداز میں اس کی تلاوت کرتے ہو۔ ان سے پہلے کے انبیاء بھی اس حقیقت سے روبرو ہو چکے ہیں کیونکہ موت خدا کا حتمی فیصلہ ہے جس سے اختلاف ممکن نہیں ہے۔ ہاں قرآن نے واضح لفظوں میں کہہ دیا تھا:

''وَمَا مُحَمَّدٌ إِلاَّ رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِيْن مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللهُ الشَّاكِرِينَ'' (آل عمران: ۱۴۴)

''حضرت محمد مصطفیؐ خدا کے رسول ہیں، ان سے پہلے بھی انبیاء آ چکے ہیں اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیئے جائیں، کیا تم الٹے پیروں واپس چلے جاؤ گے۔ دین اسلام کو چھوڑ دو گے، جاہلیت کی خرافات کو گلے لگا لو گے؟ جو بھی اپنے الٹے پیروں واپس جائے گا وہ خدا کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا اور خدا عنقریب شکر کرنے والوں کو نیک جزا دے گا۔''

اے ''قبیلہ'' کے فرزندو! میری میراث پامال ہو اور تم دیکھتے رہو اور سنتے رہو، تمہاری نشستوں میں یہ بات بیان کی جاتی ہے۔ تمہیں اس کا باقاعدہ علم ہے پھر بھی تم خاموش بیٹھے ہوئے ہو؟ جبکہ تمہارے پاس تعداد بھی زیادہ ہے اور قوت و طاقت بھی کافی ہے۔ تم میری آواز سن رہے ہو اور لبیک نہیں کہتے ہو؟ میں فریاد کر رہی ہوں اور تم فریاد کو نہیں پہنچ رہے ہو، جب کہ تمہاری شجاعت کے قصے زبانوں پر ہیں، تم اچھائیوں سے پہچانے جاتے ہو، تم قوتوں اور قبیلوں کے منتخب افراد ہو۔

تم نے عرب کے مشرکوں سے جنگ کی، زحمتیں اور تکلیفیں برداشت کیں، ان کے سرکشوں کو سرنگوں کیا، عرب کے بڑے بڑے جنگجوؤں سے تم نے مقابلہ کیا، تم تھے جو ہمارے ساتھ ساتھ چلتے تھے، ہماری روش پر تھے، ہمارے احکام کی پیروی کرتے تھے، ہماری باتوں پر عمل کرتے تھے، یہاں تک کہ اسلام کی چکی ہمارے خاندان کے محور پر گردش کرنے لگی، مادرِ روزگار کے دودھ میں اضافہ ہونے لگا، شرک کے نعرے اس کے گلے میں گھٹ کر رہ گئے، اس کے بھڑکتے ہوئے شعلے خاموش ہو گئے، کفر کی آگ ٹھنڈی ہو گئی، اختلافات ختم ہو گئے، دین کا نظام مستحکم ہو گیا۔ قرآن اور پیغمبر اکرمؐ کی ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے پھر کیوں حیران ہو؟ حقائق کو واضح ہونے کے بعد کیوں چھپا رہے ہو، اپنے عہد کو توڑ رہے ہو، ایمان کے بعد شرک کا راستہ اختیار کر رہے ہو؟

''أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُمْ بَدَئُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ أَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ''(توبہ:۱۳)

''ان لوگوں کے ساتھ جنگ کیوں نہیں کرتے جنہوں نے عہد کو توڑ دیا ہے اور پیغمبر اکرمؐ کو نکالنے کا ارادہ کرلیا ہے جبکہ وہ ابتداء کرنے والے تھے، کیا تم ان سے ڈرتے ہو اگر باایمان ہو تو بس خدا سے ڈرو۔''

میں دیکھ رہی ہوں کہ تم آرام طلب ہو گئے ہو، وہ شخص جو مسلمانوں کی قیادت اور رہبری کیلئے سب سے زیادہ مناسب اور لائق تھا، اس کو تم نے دور کر دیا ہے اور تن آسانیوں میں مشغول ہو کر گوشہ نشین ہو گئے ہو، ذمہ داریوں کے احساس سے بالکل لاتعلق ہو گئے ہو۔

ہاں تمہارے پاس جو ایمان اور علم ہے اس کو ظاہر کرو اور جو آپ گوارا پیا ہے اس کو واضح کرو۔ خدا کا یہ فرمان ہرگز نہ بھولو۔

''إِنْ تَكْفُرُوا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ''(ابراھیم:۸)

''اگر تم اور زمین کے سارے بسنے والے کافر ہو جائیں تو خدا کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا کیونکہ خدا ہر چیز سے بے نیاز ہے، وہ غنی اور صاحب حمد وثنا ہے۔''

آگاہ ہو جاؤ، مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکی، میں جانتی ہوں مدد نہ کرنا تمہاری رگ و پے میں سرایت کر چکا ہے۔ عہد شکنی تمہارے دلوں میں گھر کر چکی ہے، چونکہ میرا دل درد سے بھرا تھا اور مجھے اپنی ذمہ داری کا احساس تھا، اس لئے میں نے اپنا تھوڑا بہت غم بیان کر دیا، میرے دل میں جو طوفان تھا اس کو ظاہر کر دیا۔ تاکہ تمہارے اوپر حجت تمام ہو جائے اور تمہارے لئے کوئی عذر اور بہانہ باقی نہ رہ جائے۔''

اب جب ایسا ہے تو یہ مرکبِ خلافت اور یہ فدک، سب تمہارا ہے، اس سے مضبوطی سے چمٹے رہو، اس کو چھوڑو نہیں لیکن یاد رکھو یہ ایسی سواری نہیں ہے کہ تم اس پر اپنا سفر جاری رکھ سکو، اس کی پشت زخمی ہے اور اس کے تلوے پارہ پارہ ہیں۔ ننگ و عار کا اس پر داغ لگا ہوا ہے، اس پر خدا کے غضب کی علامت ہے۔ ابدی رسوائی اس کے ساتھ ہے۔ آخر کار اس آگ سے جا ملے گا جس کو خدا کے غضب نے روشن کیا ہے اور جو دلوں سے باہر نکلے گی۔

یہ نہ بھولو تم جو کچھ انجام دے رہے ہو سب خدا کے سامنے ہے۔ عنقریب ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس بلا میں گرفتار ہونے والے ہیں۔ میں اس پیغمبر کی بیٹی ہوں جس نے تم کو خدا کے عذاب سے

ڈرایا، تم سے جو کچھ ہوسکتا ہے انجام دو۔ ہم بھی اپنی ذمہ داریوں پر عمل کریں گے۔ تم بھی منتظر رہو اور ہم بھی انتظار کررہے ہیں۔

مختصر تشریح:

۱) اسلام کی ترقی میں انصار کا کردار: خاتون اسلام نے اس باب میں انصار کے گروہ کو ایک برگزیدہ گروہ اور اسلام کا مضبوط دست و بازو گردانا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ کا مخلص حامی قرار دیا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ کے مدینہ آنے کے بارے میں ان لوگوں نے جو زحمتیں برداشت کی تھیں بلکہ اس سے پہلے بھی اسلام کی راہ میں جو خدمات انجام دی تھیں مختصر لیکن پُرمعنی لفظوں میں اس کا شکریہ ادا کیا ہے۔

اسلام کی ترقی میں واقعاً انصار کا موثر کردار شامل ہے۔ جنگ، صلح، آغاز، انجام، ہر جگہ اور ہر مرحلہ پر موجود تھے اور مہاجرین کی بہ نسبت توقعات بھی کم رکھتے تھے۔ اگر اسلامی امور ان کے ہاتھوں میں آجاتے تو شاید اسلام کا مستقبل روشن ہوجاتا۔ البتہ مہاجروں میں بھی مخلص افراد موجود تھے جو کسی طرح کی ایثار و قربانی میں پیچھے نہیں تھے لیکن اس کے باوجود ان کے درمیان سیاسی بازیگر موجود تھے جنہوں نے حالت کو بالکل بدل دیا تھا۔

۲) انصار پر تنقید: جناب فاطمہ زہراؑ کو اس بات سے سخت تعجب ہے کہ یہ اسلام کے دست و بازو، یہ پیغمبر اکرمؐ کے حامی و مددگار، اس وقت خاموش ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ خاندان پیغمبر اکرمؐ پر ظلم ہو رہا ہے اور خاموش رہ کر اس ظلم و ستم کو صحیح قرار دے رہے ہیں۔ پیغمبر اکرمؐ اور ان کے خاندان کا احترام نہیں کررہے ہیں۔ سب سے اہم یہ ہے کہ ہنگامہ برپا کر کے خلافت کو اس کے اصلی محور سے جدا کردیا گیا ہے۔ وہ خاموشی سے دیکھ رہے ہیں، نہ صرف دیکھ رہے ہیں بلکہ ان کے ساتھ تعاون بھی کررہے ہیں اور ان کے ساتھ ہمدردی بھی کررہے ہیں اور یہ ایسا جرم ہے جو معاف نہیں کیا جاسکتا۔

۳) پیغمبر اکرمؐ کے انتقال سے اسلام ختم نہیں ہوتا: اگرچہ قرآن مجید اور خود پیغمبر اکرمؐ نے اس بات کو باقاعدہ واضح کردیا تھا کہ اسلام کسی ایک ذات کی بنا پر قائم نہیں ہے تاکہ اس کے مرنے سے اسلام بھی ختم ہوجائے بلکہ اسلام ایک ابدی دین ہے جو قیامت تک باقی رہے گا۔ پیغمبر اکرمؐ کی وفات سے ہرگز انجام پذیر نہیں ہوگا، کیونکہ وہ ایک انقلاب تھا جس کی بنیا ایک مکتب فکر پر ہے وہ مکتب فکر جو آسمانی ہے، الہی ہے۔ وہ مکتب فکر جو انسان کی تمام ضرورتوں کے ساتھ ہم آہنگ ہے، اس طرح کے

مکتب فکر کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رہنا چاہیے لیکن اس کے باوجود بعض کوتاہ فکر اور ظاہر پرست یہ تصور کرتے تھے کہ پیغمبر اکرمؐ کی وفات سے اسلام پر جو زبردست مصیبت نازل ہوئی ہے اس عظیم الشان رہبر کے انتقال سے جو خلاء پیدا ہوا ہے اس سے اسلام کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ اس کا دفتر زندگی لپیٹ دیا گیا ہے۔ اسی بنا پر یہ لوگ جاہلیت کے نعرے بلند ہوتے ہوئے دیکھ رہے تھے اور خاموش کھڑے تھے۔

جناب فاطمہ زہراؑ ان لوگوں کو متوجہ کرتی ہیں۔ قرآن کی آیتوں سے اسلام کی ابدیت پر دلیل پیش کرتی ہیں، ان کو خواب غفلت سے بیدار کرتی ہیں اور اس حساس اور غیر معمولی اہمیت کے موقع پر مسلمانوں کو ان کی غیر معمولی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کرتی ہیں۔

۴) **تم لوگ خاموش کیوں ہو؟** یہاں پر جناب فاطمہ زہراؑ انصار پر تنقید کرتی ہیں، ان کو ہدف ملامت قرار دیتی ہیں۔ فدک کے معاملے میں تمہارا سکوت، فدک تو ان تمام انحرافات کے سلسلے کی ایک کڑی ہے، وہ انتقام کی آگ کی بس ایک چنگاری ہے، بہت بڑے منصوبے کا ایک حصہ ہے۔ اس طرح تم لوگوں کا خاموش رہنا اسلام مخالف طاقتوں کے پھلنے اور پھیلنے کا سبب بنے گا۔

لوگ کہیں گے۔ اگر واقعاً اسلام کے قوانین حق ہیں تو پیغمبر اکرمؐ کے نزدیک ترین رشتہ داروں کے بارے میں اس پر عمل کیوں نہیں ہوتا، جہاں اسلام کا اتنا زیادہ یقینی اور مسلم حکم پامال ہو رہا ہو، اور تمہاری خاموشی اس کو صحیح قرار دے رہی ہو، پھر اسلام کے بقیہ احکام کا پامال کرنا تو کوئی بات ہی نہیں ہوگی۔

ہوسکتا ہے کہ تم اس واقعہ کو صرف ایک حادثہ قرار دو، نہیں ایسا نہیں ہے، بلکہ یہ ایک منصوبے کا ایک جز ہے، تمہیں یہ دیکھنا چاہیے کہ اس واقعہ کے پیچھے کتنے واقعات پوشیدہ ہیں؟ میری فریاد اسی لیے ہے، تم کو اسی بات کی طرف متوجہ کرنا چاہتی ہوں۔

تم یہ خیال نہ کرو کہ مجھ جیسے مظلوم کی حمایت کرنے سے معاشرہ میں کوئی اختلاف رونما ہوگا بلکہ تمہارا خاموش رہنا مسائل ایجاد کرے گا اگر یہ کہو کہ تمہارے پاس طاقت نہیں ہے تو یہ جھوٹ ہے۔ تمہارے پاس شروع ہی سے امکانات بہت ہیں، تم نے قرآن کریم کی اس آیت کو کیوں پس پشت ڈال دیا ہے کہ: "عہد و پیمان توڑنے والوں سے جنگ کرو"۔ تم خدا سے ڈرنے کے بجائے ان لوگوں سے کیوں ڈر رہے ہو۔

۵) **آرام طلبی:** یہ عظیم الشان معلمہ ان کی روح کے دوسرے حصے کی طرف متوجہ ہوتی ہیں اور اس خاموشی کی وجہ بیان کرتی ہیں۔ فرماتی ہیں بات یہ ہے کہ تم آرام طلب ہو گئے ہو، تم تن آسانیوں میں مبتلا ہو گئے ہو، تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو کہ خلافت کا جو واقعی حقدار ہے اس کو الگ کر دیا گیا ہے اور خاموش بیٹھے ہوئے ہو؟ ہاں ایک سچا انقلاب صرف اسی وقت آگے بڑھ سکتا ہے جب وہ اپنی انقلابی روح کو محفوظ رکھے۔ آرام طلبی اور تن پروری اس پر غالب نہ آ جائے ورنہ وہ مشکلات کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ تلخ واقعات سے فرار کرے گا، اپنی ذمہ داریوں سے صرف نظر کرے گا، اور پھر اس طرح انقلاب دم توڑ دے گا۔

۶) **تم کچھ نہیں کر سکتے؟:** جناب فاطمہ زہراؑ اپنی مخصوص بصیرت سے آئندہ کے واقعات بیان کر رہی ہیں۔ وہ انصار کو مخاطب کر کے فرماتی ہیں۔ میرا مقصد حجت تمام کرنا ہے ورنہ مجھے تم سے کوئی امید نہیں ہے۔ جب تم ''خلافت'' کے بارے میں خاموش رہ سکتے ہو تو فدک کے سلسلے میں بطریق اولیٰ خاموش رہو گے۔ لیکن میری آج کی باتیں تاریخ میں محفوظ رہیں گی۔ آنے والے فیصلہ کریں گے، اس کے علاوہ یہ بھی چاہتی تھی کہ اپنا دردِ دل بیان کروں، اپنے خونِ جگر سے تم کو آگاہ کروں تا کہ لوگ میری دردناک داستان سے واقف ہو سکیں۔

۷) **دردناک واقعات کا انتظار کرو:** یہ اسلام کی شیر دل خاتون ایک مرتبہ پھر مخصوص انداز میں ان کو متوجہ کرتی ہیں کہ تم یہ خیال نہ کرو کہ یہ خاموشی، یہ آرام طلبی، یہ لاتعلقی، یہ تماشائی رہنا، تمہارے لیے اچھا ہے اور تمہارے فائدے میں ہے۔ تم اس دنیا میں اس کا تلخ مزہ چکھو گے۔ جب تم پر بنو امیہ اور بنو عباس جیسے ظالم اور ستمگر افراد حکومت کریں گے۔ وہ نہ تمہاری نسلوں پر رحم کریں گے اور نہ اسلام و قرآن کا کوئی لحاظ کریں گے۔ اس کے علاوہ خداوند عالم کی عظیم عدالت میں اس کا کفارہ بھی ادا کرنا ہو گا۔

۸) **انہوں نے آگاہ کیا میں بھی آگاہ کرتی ہوں:** پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مظلوم اور مصیبت زدہ اکلوتی بیٹی، خطبہ کے آخر میں وہی بات فرماتی ہیں جو انبیاء علیہم السلام نے قوم کے سرکشوں سے فرمائی ہے۔ انہوں نے ان کو بتایا ''تم بھی منتظر رہو، ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۔''

تم پیغمبر اکرمؐ کے خاندان پاک پر ظلم و ستم، مصائب و آلام کے منتظر رہو، اور ہم قیامت میں تمہارے لئے خدا کے دردناک عذاب کا انتظار کر رہے ہیں۔

خطبہ کے اسناد و مآخذ

یہ خطبہ ان خطبوں میں ہے جس کو شیعہ اور سنی علماء نے بہت زیادہ اسناد کے ساتھ اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ اس بنا پر یہ خطبہ بعض لوگوں کے خیال کے برخلاف بالکل خبر واحد نہیں ہے۔ جن مآخذ میں اس خطبہ کا تذکرہ ہے ان میں سے بعض اس طرح ہیں:

۱) ابن ابی الحدید متعزلی: اہل سنت کے مشہور دانش مند ہیں۔ اپنی کتاب ''شرح نہج البلاغہ'' میں ''عثمان بن حنیف'' کے خط کی شرح میں اس خطبہ کے مختلف اسناد ذکر کئے ہیں اور اس بات کی تصریح کی ہے کہ جن اسناد کا تذکرہ بیان کیا ہے ان میں سے کوئی بھی شیعہ کتاب نہیں ہے۔

اس کے بعد ''ابوبکر احمد بن عبدالعزیز جوہری'' جو اہل سنت کے مشہور و معروف عالم ہیں کی کتاب ''سقیفہ'' کا ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے اس خطبہ کو مختلف اسناد سے نقل کیا ہے۔ (ابن ابی الحدید نے ان تمام کا تذکرہ شرح نہج البلاغہ میں کیا ہے۔ اختصار کے پیش نظر صرف نظر کرتے ہیں)

اس کے بعد وہ لکھتے ہیں جس وقت حکومتِ وقت نے ''فدک'' غصب کرنا چاہا اس وقت جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا قریش کی عورتوں کے ہمراہ مسجد کی طرف آئیں اور اس وقت اس طرح چل رہی تھیں جس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم چلتے تھے۔ اس کے بعد ایک طولانی خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد پورا خطبہ ذکر کیا ہے۔ البتہ عبارتوں میں مختصر سا تفاوت ضرور ہے۔

۲) ''علی ابن عیسیٰ اربلی'' نے اپنی کتاب ''کشف الغمہ'' میں اس خطبہ کو ''ابوبکر احمد بن عبدالعزیز'' کی کتاب ''سقیفہ'' سے نقل کیا ہے۔

۳) ''مسعودی'' نے ''مروج الذّھب'' میں اس خطبہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۴) شیعوں کے مشہور و معروف عالم اور مجاہد جناب سید مرتضیٰ نے اپنی کتاب ''شافی'' میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذریعہ یہ خطبہ نقل کیا ہے۔

۵) مشہور و معروف محدث ''شیخ صدوقؒ'' نے اس خطبہ کے بعض حصے اپنی کتاب ''علل الشرائع'' میں نقل کئے ہیں۔

۶) مشہور و معروف محدث اور فقیہ جناب ''شیخ مفیدؒ'' نے بھی اس خطبہ کے بعض حصے نقل کئے ہیں۔

۷) ''سید بن طاؤس'' نے اپنی کتاب ''طرائف'' میں اس خطبہ کے بعض حصے ''احمد بن موسیٰ ابن مردویہ اصفہانی'' کی کتاب ''المناقب'' سے حضرت عائشہؓ کی زبانی نقل کئے ہیں۔ یہ کتاب سنیوں کے درمیان کافی مشہور رہے۔

۸) جناب ''طبرسی'' نے اپنی کتاب ''احتجاج'' میں اس خطبہ کو نقل کیا ہے۔

بہر حال یہ تاریخی خطبہ اہل بیت علیہم السلام کے مشہور و معروف خطبوں میں ہے۔ یہاں تک کہ بیان کیا جاتا ہے کہ بہت سے شیعہ اپنے بچوں کو یہ خطبہ یاد کراتے تھے تاکہ یہ خطبہ ذہنوں میں موجود رہے اور تاریخ کے نشیب و فراز میں گم نہ ہونے پائے۔ دشمنانِ اسلام اس خطبہ کو غائب نہ کرنے پائیں۔ اس وقت کی دیندار اور سمجھدار نسل جوان کیلئے مناسب ہے کہ اس انقلاب آفریں خطبہ کی حفاظت کریں اور آئندہ نسلوں تک منتقل کریں۔

نصب العین

قرآن اور سیرت محمد (ص) وآل محمدؑ کی حقیقی تعبیر جو کہ خط امام خمینیؒ سے موسوم ہے کی روشنی میں امامیہ طلباء کی تربیت کرنا تاکہ وہ معاشرے میں اپنے بابصیرت کردار کے ذریعے امام زمانہؑ کے ظہور کی عالمی انقلابی نہضت کا ہراول دستہ ثابت ہوسکیں۔

اھداف

☆ نواجوان نسل کیلئے مختلف مراحل کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے تربیتی کتب اور لٹریچر کی فراہمی۔

☆ نوجوان نسل کی نظریاتی وفکری تربیت کیلئے دین شناس مربی اور اساتذہ کی تیاری اور ان کی فراہمی۔

☆ عصر حاضر کی ثقافتی یلغار کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک جاذب اور موثر نظام تربیت کا اجراء جو نوجوانوں کو طاغوت کا مقابلہ کرنے کی طاقت اور صلاحیت عطا کرے۔

☆ جوانوں کے ذہنوں میں اُٹھنے والے سوالات اور شبھات کے جوابات اور حل کیلئے خصوصی پروگرام تشکیل دینا۔

☆ نظام تربیت کو موثر اور پرکشش بنانے کیلئے جدید ذرائع سے استفادہ اور تعلیمی و تربیتی روشوں پر تحقیق کے شعبے کا قیام۔

نمایاں پروگرامات

☆ سلسلہ معارف اسلامی کورس سے تنظیم کے تمام کارکنوں کو گزارنا۔

☆ تعلیمی اداروں کے طلبہ کیلئے خصوصی موضوعات اور اساتذہ کا تعین اور ان کے ذریعے طلبہ کی علمی ومعنوی پیاس بجھانا۔

☆ آئی ایس او شعبہ خواہران، محبین اور اسکاؤٹ کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے خصوصی موضوعات کی فراہمی اور اس کا اجراء کرنا۔

☆ ادارہ تربیت کے تحت ڈویژنل نمائندگان اور اساتذہ کیلئے تربیت مربی کے جامع پروگرام کا اجراء کرنا۔

☆ مختلف تربیتی ورکشاپس اور کلاسز کیلئے ایک مستقل اور مرکزی تربیت گاہ کا اہتمام کرنا۔

☆ ہر ضلع میں دارالمطالعہ اور کتب خانے کا اہتمام کرنا۔

☆ ویب سائٹ کے ذریعے آن لائن (online) تربیتی کورسز کو اجراء کرنا

المھدی ؑ ادارۂ تربیت اسلامی

آئی ایس او پاکستان

رہبر معظم حضرت آیت اللہ العظمی

خامنہ ای دامت برکاتہ نے فرمایا:

بشریت، حضرتِ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی احسان مند ہے، ان کا فیض، انسانوں سے بھری اس دنیا کے کسی چھوٹے سے گروہ تک ہی محدود نہیں ہے اگر ہم حقیقت پر مبنی اور منطقی نظر سے دیکھیں تو ہمیں نظر آئے گا کہ پوری انسانیت پر ان کا احسان ہے یہ کوئی مبالغہ نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت ہے۔

المہدی عج ادارۂ تربیت اسلامی

آئی ایس او پاکستان